فریادِ عاملؔ

پر لکھے گئے

مقالہ جات
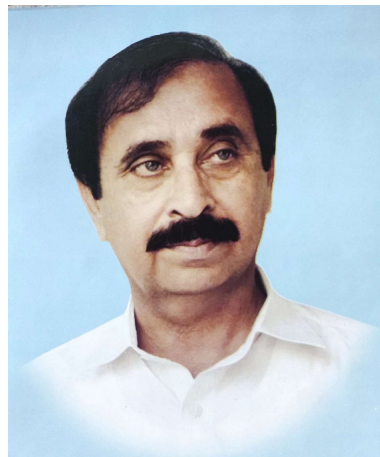
''فریادِ عاملؔ'' وچ تکرارِ حرفی

تحریر؛ بہاول قیوم

ماہرینِ لسانیات دے مطابق سرائیکی زبان برِصغیر دی قدیم ترین زبان اے۔ بقول ملک غلام رسول ڈڈا صاحب، اے عربی دے نال نال دی زبان ہے ایہا وجہ ہے جوایندے آپنڑے عروض ہن، آپنڑے اوزان ہن تے آپڑیاں اصناف ہن۔ بحر، کافی، ڈوھڑے، سی حرفیاں، پُھوڑھے، پَھاکے، لُڈھو، ہیو، ہنبھو وغیرہ ساکوں ہِی کئی زبان وچ کینی مِلدے۔

سرائیکی زبان دی روائتی شاعری دی گال کروں تے پتہ لگدے جومولوی لطف علی کنوں گھن تے سن 60 دی دہائی تک باقاعدہ سرائیکی اصناف لکھیاں گین۔ این دورکوں اساں سرائیکی شاعری داعروج وی آکھ سگدوں۔ ایں دور اچ وڈے وڈے قادرالکلام تے بلند پایہ شعرا کرام پیدا تھئین، ایندے بعد ہَولے ہَولے سرائیکی شاعری دا رُخ بدلیے۔ سرائیکی اصناف دی جاہ تے اردو تے انگریزی اصناف آگین۔ بحردی جاہ تے غزل۔ ڈوھڑے دی جاہ تے قطعہ رباعی۔ تے کافی دی جاہ آزادنظم مَل گدھی ہے، ولا نثری نظم، ہئیکو تے سرائیکو وی شروع تھی گئین۔ اساں اے جتی تنگ نظروی کینسے کہ جدت کوں یا کہیں نویں روایت کو آپنڑی دھرتی تے جاہ نہ ڈیووں یا طبع آزمائی نہ کروں لیکن آپنڑی روایت کوں گنڈپچھوں سٹ تے کہیں بئے دی روایت کوں ڈھاک تے چاچاؤں۔۔۔ میڈے خیال اچ اے احساس کمتری دے شکارلوگیں دی نشانی ہوندی ہے۔

خیر! اوں دور اچ، معیاری کلام دی پہچان فصاحت، بلاغت، مقفٰی تے مسجع قسم دی شاعری ہوندی ہئی۔ ہرشاعراپنڑے کلام کوں سوہنڑا تے پُراثر بناوٹ کیتے تخیل دی بلند پروازی دے نال نال لفظیں تے حرفیں دے تکرار تے بندش تے زور ڈیندا ہا۔ ایویں خواجہ صاحب کوں ڈیکھ گھنو!

روہی راوے، روہیں رولیس ہَس گیا کرِ ہوں قطار
ڈینہہ ڈُکھاندا ڈُونگر ڈِسدا، رات غماں دی غار

یا

عشق اولڑا ، دردگُللڑا، بخت نہ بَھلڑا ، سول سَولڑا

یتیم جتوئی صاحب لکھدن!

آ سُٹ سیف صفدر دی صادق صداقت صفیں دیاں صفایاں کریندی ونجے
دارا، سکندر کمبن پئے قبر اچ تے رستم دے روح کوں ڈریندی ونجے

ملک غلام رسول ڈاڈا سئیں فرمیندِن!

پَندھ پیت دا پُٹھڑی پٹی چاڑھیاں ڈِسن، لاھیاں ڈِسن
کُھڑ پٹ کھڈ وکڑیں کھڑ بھیکاں کھڈڑے کھڈیں کھایاں ڈِسن

اینویں طارقؔ صاحب آکھیا ہا!

طارقؔ ٹُرٹُر تکیں تکاں تک کُئی تک نہ سگسیں۔

ولا وی ایں قسم دے تکرار یا تاں ڈوھڑے دی شکل اچ لکھیے گئین یا چند مصرعے دی صورت اچ، مگر فریاد عامل دے وچ بحریں دے بحر ہِن جیرھے تکراری تے مقفّیٰ ہن۔ میں صرف ہِک بحر دے چند مصرے نمونے دے طور تے پیش کریساں، باقی کتاب قاری خود پڑھ گھنسی!

شالا عشق نہ پیش پووی، جے پیش پیو پٹویسی ڈُکھڑے ڈیسی

سُکھ دا سکھڑ اں سایہ وی نہ سِر تے آن ستیسی ڈُکھڑے ڈیسی

سنگت سوں سنگ سیر سجن سب ساتھیں توں نکھڑیسی ڈُکھڑے ڈیسی

سنگدل دے سنگ سانگ جُڑیسی سینے سانگ پُڑیسی ڈُکھڑے ڈیسی

سسی، سوھنٹی، صاحباں سب توں سوزوں سخت ستیسی ڈُکھڑے ڈیسی

چیتے چکر چرخ چڑھیسی چاٹ توں چاٹ چکھیسی ڈُکھڑے ڈیسی

جیندا آخری مصرعہ ہے

عاملؔ موزی مرض ایہا کر مَرکھی مار موکیسی ڈُکھڑے ڈیسی

ایں توں علاوہ ھِک طویل مقفّیٰ مسدس ہے جیندی مثال میڈا خیال ہے بیا کتھائیں نہ ملسی جیندا عنوان ہے قاصد!

قاصد پیارا، اینویں تھی ڈکھارا، میڈا حال سارا اوں چن کوں سٹاویں

کریں مہربانی، ڈُکھیں دی کہانی، اوں دل جان جانی موہن کوں سٹاویں

جھیرے تھئے ستم، تے درد و الم، اوھے سول وغم سجن کوں سٹاویں

جیوں حال ڈِٹھی میڈے نال ڈِٹھی، ایہو حال فخرِ عدن کوں سٹاویں

آخری شعر ہے

ذرا کجھ کرم کر، پتھر دل نرم کر، چا میں تے رحم کر، آ سُکھڑا ڈکھاونج

او مہتاب کامل، سڈیندا اِیے عاملؔ، تو ہِک واری آمل تے مکھڑا ڈکھاونج

شاعر دے قلم دے پورھیے تے، کڈیں پُجدا وہم قیاس نہیں

ڈاکٹر رانا غلام یٰسین (پرنسپل گورنمنٹ کالج جام پور)

''فریادِ عاملؔ'' حال ہی میں سرائیکی شاعری میں طبع آشنا ہونے والا شعری مجموعہ ہے جو معروف شاعر عبدالقیوم عاملؔ کے فکر وفن کا شاہکار ہے۔ ۱۲۷ صفحات کے اس مجموعے کو شاعر نے چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے کا عنوان ''نظماں'' ہیں جس میں ۱۵ نظمیں ہیں۔ دوسرے حصے کا عنوان '' کافیاں ہیں جس میں ۵ کافیاں اور ایک نظم ہے۔ تیسرے حصے کا عنوان ''بحراں'' ہے جس میں ۲۶ نظمیں ہیں۔ چوتھے حصے کا عنوان ''ڈوہڑے'' ہے جس میں ۹۷ ڈوہڑے ہیں۔ ان کے بعد تین رباعیاں بھی کلام کا حصہ ہیں۔

عبدالقیوم عاملؔ موضع بیلے والا تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ میں عبدالحئی خان برمانی (فرزند مولانا غلام رسول محدث دیوبند) کے گھر ۱۹۶۳ء میں پیدا ہوئے۔ والد کے انتقال کے بعد آپ جام پور میں اپنے ماموں سردار رب نواز خان برمانی کی کفالت میں آ گئے جنھوں نے آپ کو پڑھایا لکھایا اور ۱۹۸۵ء میں ڈی۔ سی آفس میں ملازم ہو گئے جہاں سے آپ دسمبر ۲۰۲۰ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔

آپ کی شعری ریاضت کافی طویل ہے آپ نے بلال احمد بیدآر اور جام پور کے معروف شاعر ملک غلام رسول ڈڈا سے رہنمائی لی اور عمر بھر کا پورھیا فریادِ عاملؔ کے نام سے منظر پر آیا۔

عاملؔ کے کلام پر غور کیا جائے تو آپ کا سارا کلام کلاسیکی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ ملک غلام رسول ڈڈا نے ایک طرف تو قومی نظمیں لکھ کر تحریک پاکستان میں حصہ لیا تو دوسری طرف مزاحمتی شاعری کر کے طبقاتی کشمکش کو بھی نمایاں کیا۔ عاملؔ نے اپنے استاد سے رنگِ سخن لیا اور اپنی فکری جمالیات کو اپنے رنگ میں بھی پیش کیا۔

عاملؔ کے مضامین میں بوقلمونی ہے۔ انھوں نے اپنے مضامین میں فطرت، عشق، حبِ وطن، ہجر و فراق، طبقاتی کشمکش، معاشرتی اقدار، تہذیب و ثقافت کو شامل کیا ہے، انھوں نے اپنے فکر کو پیش کرنے کے لیے مختلف انداز اختیار کیے ہیں۔ کئی نظمیں سوال و جواب کے انداز میں ہیں۔ ایسی نظموں میں ''فریاد'، جوابِ فریاد'، قاصد، جواب قاصد'' استاد بیدار کا خط، جوابِ خط'' شامل ہیں۔ فریاد میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور بندے کی فریاد کو پیش کیا ہے کہ اس جہانِ رنگ و بو میں اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ وہ ربِ کریم پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کی بندگی بھی کرتا ہے لیکن پھر بھی اس کے شب و روز میں سکون نہیں ہے۔ پہلے بند میں حمد باری تعالیٰ پیش کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ عالیہ کو رب رحمان، رؤف الرحیم، سبحان، یزداں، حکیم، عظیم، قابض، قادر، کریم، سمیع، بصیر، خبیر اور علیم کہہ کر بیان کیا ہے۔ اس کے بعد بڑے عاجزانہ انداز میں کہتے ہیں کہ اگر آپ رنجیدہ نہ ہوں تو میں فریاد کروں کہ میں ہمیشہ آپ کو یاد کرتا ہوں پھر آپ کو ترس نہیں آتا کہ میں دنیا میں مر مر کر جی رہا ہوں۔ شاعر نے اپنے آپ کو سارے پریشان حال لوگوں کا نمائندہ بنا کر پیش کیا ہے۔ شاعر خستہ حال لوگوں کی علامت کے طور پر سامنے آتا ہے اور فریاد کے انداز میں لوگوں کے دکھ درد بیان کرتا ہے۔ یا رب کریم آپ آسمان سے دیکھ رہے ہیں کہ ہم کیسے بدقسمتی کی لپیٹ میں ہیں۔

سدا سیت ساڈی وِگڑدی رہی ہے وِگڑدی، نجر دی، اُجڑدی رہی ہے

تے بے سیتی ول ول ولہڑ دی رہی ہے ولہڑدی، چمبڑدی، جکڑدی رہی ہے

رنج والم اور تکالیف ومشکلات نے ہمیں گھیر رکھا ہے۔قہر اور ظلم وجبر کی کالی رات چھائی ہوئی ہے۔کوئی پرسانِ حال نہیں ہے۔

ساڈے سرتے سُولیں دے سائے ہمیشہ تے ڈُکھڑیں ڈُکھے ڈِینہہ ڈِکھائے ہمیشہ

سُکھیں دُور دیرے چا لائے ہمیشہ، الم، درد و غم وی نبھائے ہمیشہ

ریہوں نت قہر دے سمندر دے اندر

تے ظلم وجبر دے سمندر دے اندر ص۱۰

ہم چھپروں میں زندگی گزار رہے ہیں جبکہ غیروں کے محلات اور بنگلے ہمارا منہ چڑا رہے ہیں۔امن کا کال ہے۔آخر میں عرض کرتا ہے کہ مولا! مخلوق خوار ہے۔غریب خستہ حال ہے۔ایک نگاہِ کرم فرمایئے اور ان کی حالت زار بہتر فرما دیجیے۔

جواب میں بڑے زبردست انداز میں مسلمانوں کو وجوہات بتائی ہیں کہ آج آپ ذلیل وخوار کیوں ہیں۔آپ نے میری شریعت، دستور و قانون اور قرآن کو ترک کر دیا ہے۔حرکت وعمل کو چھوڑ کر سہل پسندی کو اپنا لیا ہے۔تقدیر کا بہانہ کر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا ہے۔تم خود اپنی تقدیر ہو۔انسان کے لیے وہی کچھ ہے جتنی وہ جدوجہد کرتا ہے۔تم ذوق وایمان، پختہ یقین، تعمیلِ فرمان کے ساتھ ساتھ عملی طور پر میدان میں آؤ، پھر دیکھو تمہارے حالات کیسے بدلتے ہیں:

میں تقدیر کہیں دی کڈاہیں نئیں پھیری

جیندی مشق محنت ہے جتنا اُچیری

جیندی جاں دے اندر ھے جرأت دلیری

اے لَوح وقلم ھے اوندے ہتھیں میری

توں پختہ یقیں، ذوق وایمان کرچا

ولا ول ایں تعمیلِ فرمان کرچا ص۱۲

آپ نے کئی مقامات پر انسان کو دعوت فکر دی ہے کہ اپنی حقیقت کو پہچانو کہ تم نیابت الٰہی کے منصب پر فائز ہو۔اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو تمہارے لیے مسخر کیا ہے۔اپنی حقیقت کو پہچانو، اپنے مقصد کو سمجھو۔یہ ساری کائنات تمہارے لئے بنائی گئی ہے۔

اے دنیا دھر تے زمانہ ہے تیڈا نہیں اے زمانہ، بیگانہ، ہے تیڈا

دفن زیر دھرتی خزانہ ہے تیڈا محل شیش مرمر شاہانہ ہے تیڈا ص۱۱

اسی طرح ایک اور نظم ''نصیحت'' میں کہتے ہیں:

ایہے ارض وسما تیڈے، اے دنیا دیں دہر تیڈا　　　تیڈے مشرق تے مغرب ہن، سمندر، بحر و بر تیڈا

ہوا تے آب وِ گل تیڈی، فضا تے خشک و تر تیڈا　　　ذخائر معدنی تیڈے، اے جگ نگری نگر تیڈا

ساوے سرو و سمن تیڈے، اے گلشن گل چمن تیڈا

شجر تیڈے، حجر تیڈے، اے سبزہ، کوہ دمن تیڈا

ستارے مہرو مہ تیڈے، فلک تے کہکشاں تیڈے　　　بدل، بجلی تے مینہ تیڈا، اے چشمے نیں باراں تیڈے

ہیرے موتی صدف تیڈے، عیاں تے سب نہاں تیڈے　　　چرندتے پکھ پرند تیڈے، درند تیڈے، حیواں تیڈے

ص۲۲

آپ مسلمان کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے پیدا کیا ہے لیکن تم بے عملی کا شکار ہو۔ اپنے آپ کو پہچانو، جہان کو تسخیر کرو، محنت اور جدوجہد کو اپناؤ اور اپنی تقدیر خود تحریر کرو۔

ذرا سوچ، خود اپنٹی تقدیر توں ہیں

ہے لوح تیڈی کاتبِ تحریر توں ہیں　　　ص۱۱

اسی طرح ''پیامِ اقبال'' کے عنوان سے لکھی گئی نظم میں بھی کہتے ہیں:

ایں خستہ، خجل، خوار، خدائی دا رہبر راہنما تھی ونج

کر عاقل خود بیدار خودی، خوددار تے خود آگاہ تھی ونج　　　ص۸۰

اسی طرح اپنی نظم ''پیغامِ اقبال''، میں بھی یہی دعوت فکر وعمل ہے کہ:

او مسلمان جوانا، ذرا سوچ فہم کر　　　قدرتِ رب دا یدِ راست ہیں کم کر

ڈیکھ اپنی حقیقت کوں توں عزمِ مصمم کر　　　تقدیر دا کاتب ہیں، قلم چا توں رقم کر　　　۲۷

آپ فرماتے ہیں قانونِ قدرت ہے کہ اس بندے کو اتنا ہی ملتا ہے جتنی وہ جدوجہد کرتا ہے۔ آپ اٹھیں اور جہانِ رنگ و بو کو تسخیر کریں پھر دستِ محنت سے بنجر بیابان پھلواری بن جاتے ہیں۔ زمین کا سینہ چیر کر اس کے اندر چھپے ہوئے خزانے نکالیں۔ ستاروں پہ کمندیں ڈالیں پھر دیکھیں تقدیر کیسے آپ کی غلام بنتی ہے۔

ایں بھوئیں دے طبق چیر، فلک چیر، امبر چیر　　　صحرا و جنگل چیر، جبل چیر، بحر چیر

توں ہر ڈِنِ کہن چیر، آہن چیر، پتھر چیر　　　ایں پندھ دی بندھ چیر، اے کندھ چیر، سفر چیر

تسخیرِ مہ و مہر و نجوماتِ فلک کر

طیور و حیوانات ونباتات و ملک کر　　　ص۲۸

آپ کے کلام کا ایک معتدبہ حصہ طبقاتی کشمکش کو پیش کرتا ہے۔ آپ غریب اور خستہ حال لوگوں کو دیکھ کر بڑے ملول ہوتے ہیں

اور ان کی خستہ حالی کا ذمہ دار سرمایہ داروں کو قرار دیتے ہیں جنھوں نے مختلف چالوں سے دولت کو چند ہاتھوں میں جمع کر رکھا ہے۔معاشرے میں مٹتی ہوئی اقدار کا نوحہ بھی بڑے دردمندانہ انداز میں بیان کرتے ہیں۔معاشرے میں بدامنی،رشوت،ناانصافی،عدم مساوات،ڈکیتی،رہزنی،سود،فریب،عیاری،ظلم وجبر اور بے حیائی پر آپ بڑے رنجیدہ ہوتے ہیں اور اس کا اظہار آپ نے مختلف انداز میں کیا ہے۔اپنی نظم ''نصیحت''میں منفرد انداز میں کہتے ہیں:

اُچکے لُٹب تراریں تے،سلطانی حکمرانی کر مکاریں سب عیاریں دی،توں ہردم پاسبانی کر

کرا قبضے،مُکا بھُنگے،مرا بندے شیطانی کر خدا ڈیوی جیکر ہمت تاں خلقت دی زیانی کر

سبق پڑھ وت خیانت دا،ہلاکت دا،جہالت دا

ہووے چرچا زمانے وچ،تیڈی اینجھی سناخت دا

نہ رکھ ڈے لکھ کہیں گھر وچ،توں جھُگے سب صفا کرڈے مراڈاکے،کراچوریاں،بدھاڈھانڈے،فنا کرڈے

چوا بازو،تے لُٹ عزتاں، مٹا غیرت تباہ کرڈے نہ رہ ٹکہ کہیں کینے، مریض لادوا کرڈے

جبر دے جور ظلمت دی،دہرتے تاجداری کر

پلا خونِ دلِ بشری، ظلم دی آبیاری کر ص۲۳

اسی طرح اپنی نظم ''۱۴اگست''میں بڑے طنزیہ انداز میں کہتے ہیں:

اِتھوں سوددی لعنت مُک گئی ہے،تے رشوت خوری بنداے ٹھگ بازی کُوڑمکاری کائینی، ڈاکہ چوری بنداے

عدل دا دَور زمانہ آ گئے ، سینہ زوری بند اے ظالم دا ایں دھرتی توں اساں نام نشان مٹا چھوڑیے

دنگے ، شر ،فساد ختم ہن ہر جاہ چین سکون اے جھیڑے،جھگڑے کائینی رہ گئے،روز نہ تھیندا خون اے

الفت،اُنس ، محبت دا ، ہر پاسے جذب جنون اے ڈٹ،فریب تے دھوکہ بازی،کرسب صفن صفا چھوڑیے

ص۲۵

اپنی نظم ''دھاں''میں بھی اس معاشرے کی لفظی تصویر پیش کرتے ہیں کہ:

اَئے مالک،اسمان توں بہہ،ایں جمل جہان کوں ڈِٹھی؟

قہرغضب تے چوطرفوں چودھار طوفان کوں ڈِٹھی؟

دھن،دولت جاگیر،تے قابض جابر خان کوں ڈِٹھی؟

عزم عظیم عمل، توں عاری ہر پردھان کوں ڈِٹھی؟

عدل انصاف دے جاہ جاہ تے کٹ دار میزان کوں ڈِٹھی؟

مہر ، محبت ، الفت دے قاتل دوران کوں ڈِٹھی؟

آپ کوفطرت سے بڑا والہانہ لگاؤ ہے۔فطرت کے نظاروں کی عکاسی آپ نے ایک تو آفاقی پہلو سے کی ہے دوسرا سرائیکی وسیب کی ثقافت کے رنگ بھی بکھیرے ہیں۔آپ کا مشاہدہ بڑا تیز ہے۔آپ نے خوبصورت لفظوں کے ذریعے ایسی تصویر کشی کی ہے کہ قاری ان مناظر میں کھو جاتا ہے۔ایک تو آپ نے ''بہار'' کے عنوان سے دو نظمیں لکھی ہیں۔اس کے علاوہ بھی آپ کی نظموں، غزلوں ،ڈوہڑوں اور کافیوں میں فطرت کے رنگ بکھرے پڑے ہیں۔فطرت کی عکاسی کا انداز گنگناتا ہوا، مترنم بحریں اور سُریلے لفظ ایک سماں باندھ دیتے ہیں: بہار کا ایک منظر دیکھئے:

ہے مست موسم تے ٹھڈیاں ہیلاں ،ملہار مینگھاں، پھُنگار کنڑیاں

چوپھیر اے ساول، نسر دی پونبل، پھُٹیاں ڳٹاراں تے لاماں لڑیاں

ہے پھپھڑی بھَتل تے کھپوں تلڑے ،چٹی پُوئی بُگنیاں وی پُور کھڑیاں

بھنڑالیاں پھلیں ، تے لانڑیں پھلیں بیاں لایاں اُسرتے ٹوھے بنڑیاں

تھئی ساوی تراے، نکھتی ڳراے، ڈینہواروچ تھی تیارائی اے

بہار ائی اے ،بہارائی اے

ییٹ ،پیلے ،واہل، لایاں، لانڑیاں، کانہہ، کانے، ،کرڑ،کنڈے، جھوکاں،ٹوبھے،تھل، روہی، ساونٹ ،لُکھ ،لُریاں، ملھاراں، پھنگار، کنڑ مِنڑ، پیلھوں، انمبلیاں آپ کے کلام کو سجا رہے ہیں۔تلُور، تلہر، چنڈور، کوئل، چکور، بلبل آپ کے کلام میں زمزمہ پردازیاں کررہے ہیں۔ سرائیکی وسیب کی تہذیب وثقافت کے رنگوں سے آپ کا کلام رنگین ہے:

ہیا ییٹ ہیلا ، تھیا سُہیلا ، تے ڳل میہا ڳیں ہٹور پاتے

تے واہندے واہلیں، دے کچھے چھنکیں، مثل کماندیں دے زور پاتے

پئے ہک پاڑھے، مریندے چھالاں، تے تراکے مُشکیں دے شور پاتے

تلُور ،تلہر، چنڈور چھمکن ، تے رقص جنگلیں چا مور پاتے

تے پارتوں، بےشمار کونجیں، دی جھار بنڑ بنڑ قطارائی اے

بہارائی اے،ابہارائی اے ص۱۹

آپ کے کلام کا بڑا موضوع عشق ہے۔کئی نظموں کے تو نام ہی عشق پر ہیں جیسے ''عشق دا جنون، عشق دا بحر، عشق دی آتش، عشق دا فلسفہ، عشق دی مرض، عشق دا انجام، عشق دا پندھ، عشق دا مزہ۔ان کے علاوہ بھی کئی نظموں اور غزلوں میں آپ نے وارداتِ عشق کو مزے لے لے کر بیان کیا ہے۔ان نظموں میں آپ نے عشق، ہجر، وصال، وفا، جفا، محبوب، حسنِ محبوب، کو عمدہ الفاظ میں پیش کیا ہے۔عشق کے حوالے سے آپ نے کئی تلمیحات کا سہارا لیا ہے، کئی استعارے اور تشبیہات سے بھی کام لیا ہے۔مصرعوں کی بنت کاری بڑی شاندار اور لفظوں کا دروبست کمال کا ہے۔آپ نے ٹھیٹھ سرائیکی الفاظ میں بتایا ہے کہ عشق نے کئی گھر برباد کیئے، کوئی کیسے مرا اور کوئی کیسے مرا اور عشق کو

امر کر گیا۔کوئی عشق میں در در کا بھکاری بن گیا، کوئی عشق میں دار پر چڑھ گیا۔کئی عشق کی آگ میں جل کر خاکستر ہو گئے ؛ کئی بادشاہوں نے بادشاہی ترک کر کے فقیرانہ رنگ اختیار کیا؛ شیش محل چھوڑ کر جنگلوں کے باسی بن گئے۔نظم ''عشق دا جنون'' میں کُئی کِیں مر گئے کُئی کِیں مر گئے'' کے ردیف نے ایک سماں باندھ دیا ہے:

ایں جوش جنونِ عشق اندر، کُئی کیں مر گئے کُئی کیں مر گئے

ہیں عشق ڈِتے کئی گھر بر کر، کُئی کیں مر گئے کُئی کیں مر گئے ص ۳۲

اسی طرح آپ نے نظم ''عشق دا بحر'' میں عشق کی مشکلات پیش کر کے منع کیا ہے کہ عشق کے بحر میں داخل ہونے سے پہلے سوچ لو، اگر آپ ان تکالیف اور صدمات کو سہنے کا حوصلہ رکھتے ہو تو پھر اس میدان میں قدم رکھو ورنہ دور رہنا ہی بہتر ہے۔اندازِ بیاں دل موہ لینے والا ہے لفظوں کی جادوگری ہے۔ ہِک ڈِینہہ'' کی تکرار نے موسیقی کا سماں باندھ دیا ہے۔بحرِ عشق میں ایک موج کے بعد ایک موج غرق کر نے کے لیے آئے گی اور آپ پار کی منزل تک پہنچنے میں بڑی مشکلات کا سامنا کریں گے۔آس امید کی کشتی بحر میں گم ہو جائے گی۔سب دوست ساتھی چھوڑ جائیں گے۔خویش، قبیلہ، باپ بھائی بیزار ہو جائیں گے۔چاروں طرف دکھ، درد اور غم کے بھنور ہوں گے۔آپ لاچار ،مجبور اور خوار ہوں گے۔نہ یہ کنارہ رہے گا اور نہ دوسرا کنارہ ملے گا آخر اس بحر میں آپ مر جائیں گے:

عشق دے بحر اِچ وڑ نہ دل آویسا پاٹی تار ہِک ڈِینہہ

اوسی موج کنوں بئی موج ولا، نہ تھیسیا منزل پار ہِک ڈِینہہ

اُروار ہوسیں نہ پار ہوسیں، لاچار، خراب، خوار ہِک ڈِینہہ

ہیں بحر دی لہر ہئی قہر دی عاملؔ، ڈِیسیا آخر مار ہِک ڈِینہہ ص ۵۳

عشق دی آتش'' میں آپ نے عاشق پر عشق کی آتش کا کیا اثر ہوتا ہے اس موضوع پر اپنی قادرالکلامی کے جوہر دکھائے ہیں۔جوش بیان کے ساتھ لفظوں کا دریا اُمڈ رہا ہے۔عاشق پر یہ آگ بڑا گہرا اثر ڈالتی ہے سینہ ''سِک'' کی آنچ سے جلتا ہے۔دل جگر بھُن جاتا ہے۔اندر ایک ''دُخان'' ہوتا ہے۔امن سکون کی سیج چھن جاتی ہے۔غم کا بستر اور سرہانے سوز کا تکیہ ہوتا ہے:

حُب سِک دے سیک توں سڑ دے سِینہ سینے سوڑ جگر ہوندے

بھاہر ہوں بھڑک بدن کوں بُھندی بِھج بِھج بت ابتر ہوندے

دل دردی داغیں دار ہوندے، دُکھدا دُخان اندر ہوندے

نہ سیت سکون دی سیج سلامت، نہ سُکھ دا بستر ہوندے

درویش، دیوانہ، دھرت آہدی دنیا توں دُور نگر ہوندے

جاہ، جھوک، جہان، جنونی دا تھل، جنگل جُھوھا، جھر ہوندے

اِیکوں عیش آرام امن عاملؔ، نیں حاصل توڑ عمر ہوندے ص ۵۵

’’عشق دا فلسفہ‘‘ شاہکار نظم ہے جو ۵۸ اشعار پر مشتمل ہے اس میں آپ نے عشق کے فلسفے کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔ یہ نظم کلاسیکی شاعری کا بہترین نمونہ ہے۔ لفظ نگینے کی طرح جڑے ہوئے ہیں۔ بیان میں تسلسل، اشعار میں ترنم، مصرعوں کی بنت کاری اور اشعار کا دروبست قابل تعریف ہے۔ یہ فکر ومشاہدے کا بہترین نمونہ اور جمالیاتی آہنگ کی بہترین مثال ہے۔

آپ نے محبوب اور اس کے حُسن کو بھی بڑی نادر تشبیہات اور عمدہ لفظوں کے ساتھ پیش کیا ہے۔ پیکر تراشی شاندار ہے۔ لب ولہجہ حسن میں رچا ہوا ہے۔ میرا محبوب لازوال حسن کا مالک ہے۔ وہ اس جگ سے نرالا اور لاکھوں شانوں والا ہے، اوسط قد، خوبصورت جسامت، حسینوں کا امام، چہرہ چاند جیسا نوری، آنکھیں بھوری، جلوے کوہ طوری، چہرے پہ ایک لسکار، ہونٹوں پہ لالی، شکل بھولی بھالی، زلفیں کالی اور خمدار ہیں۔ کہیں پیکر تراشی کرتے ہیں کہ مہ کنعانی، شکل نوری، گوہر موتی لعل، قمر بے زوال، حسین مہ جبین، گل نازنین، عطر عنبرین اور ماہ لقا ہے۔

آکھیں، مہ کنعانی، تے جند جان جانی، میڈی زندگانی، تے سوہنٹیں دا شاہا
سوہنٹا سئیں سانول آ، تے دلبر مٹھل آ، او نوری شکل آ، تے سئیں دلڑ باوا
گوہر موتی لعل آ، قمر بے زوال آ، او صاحب جمال آ، تے دوہفتہ ماہا
حسیں مہ جبین آ، تے گُل نازنین آ، عطر عنبرین آ، تے او مہ لقاوا ص ۱۴

اپنی ایک مختصر سی نظم ’’معیارِ حسن‘‘ میں پیکر تراشی اور اظہارِ حسن کا انداز دیکھئے:

ہے خاص حسن دا معیار ایہو، رخسار تے رخ انوار ہووِن
قد سرو سمن شمشاد مثل، ڈند اَٹ چھن موتی کار ہووِن
لب لعل ہووِن، ہر حال ہووِن، تے زلفاں سیاہ خمدار ہووِن
نیناں دے ترچھے تیر، جگر کوں چیر نکلدے پار ہووِن
دل نازک، نرم، نفیس، تے غمزے، عشوے، ناز ادا ہووے
بیا عالی اُنس، محبت، الفت، پیار، تے شرم، حیا ہووے ص ۴۳

آپ ماضی کو بہت یاد کرتے ہیں خصوصاً ماضی میں ہماری سماجی روایات، سرائیکی وسیب میں مختلف محفلیں، جاچے، گپ شپ، ایک دوسرے کی مدد، ثقافتی رنگ۔ ایسی نظموں میں ’’بھلڑے ڈینہہ، گزریے ویلھے، استاد بیدار داخط‘‘ شامل ہیں۔ آپ اس اخلاص، محبت اور آدمیت کے گیت گاتے ہیں جو دورِ حاضر میں کمیاب ہے۔ آپ کے مطابق آج کے عہد میں پیار، محبت کی رمزیں اور تاریں دستیاب نہیں۔ پیت، پریت خوش گفتاری اور خوش اخلاقی ناپید ہے۔ مہر کی مینگھ ملہاریں، الفت کا ساونڑ، تانگھ کی پونبل پتیاں، سمندر کنارے بے فکری کی شامیں، بیلے، بیٹ میں جھونپڑیوں کی رونق، دوستوں کے ساتھ گپ شپ کی محفلیں، صبح کے وقت لسی کی مَٹی کی آواز (گُھب گُھر کاراں)، اکٹھے رہنا اور ایک دوسرے کی مدد کرنا؛ سب کچھ ختم ہو گیا ہے۔ آج انسان بالکل مادہ پرست اور خود غرض ہو گیا ہے۔

اڄ کل اُنس، محبت ،کتھ اے، الفت پیت پیار کتھاں

او موسم مہر مروت والا چیتر بسنت بہار کتھاں

او محفل مجلس رنگ برنگی ہمدرد و غمخوار کتھاں

بیا کھِل ہٹ ٹوک مزاقاں ہاسے چوطرفوں ٹھہکار کتھاں

اخلاق سراپا ساہن والیں دی من بھاندی مسکار کتھاں ص ۷۵

۶۳ شعروں پر مشتمل استاد بیدارؔ کا خط بھی شاہکار نظم ہے جس میں آپ نے تسلسل بیان کے ساتھ زمانے کے بدلتے رنگوں کو پیش کیا ہے۔ آپ کے کلام کی موسیقیت کانوں میں رس گھولتی ہے۔ لفظوں کا ایک دریا موجزن ہے۔ لفظوں کے استعمال کی سلیقہ مندی آپ کا جوہر ہے۔ کہیں تکرار لفظی کے ذریعے، کہیں مترادفات کے ذریعے اور کہیں صنعت مراۃ النظیر کے ذریعے؛ آپ نے جمالیاتی آہنگ اُجاگر کیا ہے۔ کہیں طویل بحر اور کہیں چھوٹی بحروں میں عمدہ ترنم قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ آپ نے سرائیکی کے مستعمل ہونے والے لفظوں سے لے کر ٹھیٹھ الفاظ تک اپنے اشعار میں سموئے ہیں۔

جڈاں چن دی ڈو ائی، تے شب رُوبرو ائی، کرن گفتگو ائی، توں نہ تھی نساہی

صبا سُو بسو ائی ، تے افلاکوں روح ائی، خبر کُوبکو ائی ،جو اندا پئے ماہی

پرندے چرندے، سبھے اینویں گندے، تیڈے گھر پیا اندے انعامِ الٰہی

بیا ہر پتی وٹ دی، تے موسم ساوݨ دی، اوں چن دے آوݨ دی، پئے ڈیندے گواہی

کوئل مور بلبل، کلی گوٹہ گُل پھُل تھئی ہر پاسے چُل بُل جو جانی پئے اندا

یکے جھیڑے بَھن تے، ایں تاریخ چن تے، میڈی سوہݨا من تے، مہمانی پئے کھندا ص ۱۷

یہ لفظوں کی بہار، ان کی جرٔت، استعمال میں سلیقہ مندی، ردیف بندی کیسا کانوں میں رس گھول رہی ہے یہ طویل ریاضت کے بغیر ممکن نہیں اور نہ ہی وسعتِ مطالعہ اور فنی عبور کے بغیر ممکن ہے۔ اس موسیقیت میں قاری کا دل جھومنے لگتا ہے۔

اسی طرح یہ کمال اس ڈوہڑے میں دیکھئے:

تیڈے بعد ونجݨ، کیا کیا گزری ، دل، دُکھ دُکھ، بکھ بکھ جلدا اپّے

اپڈوں خون جگر ،ڈُکھ پَل پَل وچ، آ، سَو سَو پی پی پَلدا اپّے

اینویں رَج رَج ، بھَج بھَج ،ونج ونج تے ،ونج کُجھ تیئں وَل وَل ولدا اپّے

تو نڑیں رَگ رَگ عالؔی رَت نیں، پر وَت وَت بد بخت اُملدا اپّے ص ۹۶

محبوب کے جانے کے بعد کیا گزری اس کی منظر کشی کرتے ہوئے بنت کاری، لفظوں کا امڈنا اور ساتھ ساتھ جذبات کا اظہار کس روانی

،ترنم اور سلیقہ مندی سے کیا ہے۔سرائیکی میں لفظ'' ڈُکھ''،'' سلگنا'' کے لئے مستعمل ہے اور لفظ'' بگھ''،'' جل اٹھنا'' کے لیے۔ڈُکھ ڈُکھ(سلگ سلگ)اور بگھ بگھ (جل جل)نے سماں باندھ دیا ہے۔

اس تجزیے کے بعد میں پھر عاملؔ ہی کے مصرعے کو دہراؤں گا کہ!

؎ شاعر دے قلم دے پورھیے تے، کڈیں پُجدا وہم قیاس نہیں

کہ شاعر کے قلم کی مزدوری پر کسی کا وہم اور قیاس نہیں پہنچ سکتا۔پتہ نہیں اس نے ایک لفظ،ایک مصرعے اور ایک ایک شعر کو اپنا کتنا خون جگر پلا کر اس چہرے کو جلا بخشی ہے۔

عبدالقیوم عاملؔ ۔۔۔کلاسیکل سرائیکی شاعری دی چھیکڑی نشانی

تحریر: رؤف خاں لُنڈ ایڈووکیٹ

''فریاد'' دے خالق عبدالقیوم عاملؔ جام پوری نال میڈا اغائبانہ تعارف زمانہ طالب علمی توں ہا پیا۔اودور اگرچہ ضیاء الحق دی ڈکٹیٹر شپ دادور ہا مگراوں دوروچ ۶۹۔۶۸ء دی انقلابی تحریک دے نتیجہ وچ فنون لطیفہ یعنی فلم ،موسیقی ،آرٹ اور شعروادب دا معیار اج دے دوردی نسبت بہوں بلند معیار تے موجود ہا۔ضیاء دوروچ اگرچہ فنونِ لطیفہ دی روشن روائتیں کوں کچلݨ دا آغاز وی تھی گیا ہا مگر ولا وی سکولیں، کالجیں، یونیورسٹیں وچ مع ادبی میگزینیں دے چھپݨ ،کلاسیں وچ شعروادب دی پرورش واسطے ٹیٹوریل گروپ اور تحریریں وتقریریں دی مقابلہ بازی دا رواج ودا ہا۔ایہا وجہ ہئی جواوں عہد دے وسیبی اساتذہ شعراء دا نویں نویں شعراء نال ہک تعارفی سلسلہ موجود ہا۔میڈی سن ۹۰ یا ۹۱ بطور وکیل عملی زندگی دے آغاز نال ہی قیوم عاملؔ برمانی نال میل ملاقات دا سلسلہ شروع تھیا۔قیوم عاملؔ نال جڈاں وی ملݨ پاہݨ دا موقع ملے ہا تے اوں محفل مجلس وچ پیار محبت ،کھل ہنس ،ہٹ کڑاک دا رنگ غالب ہوندا ہا لیکن قیوم عاملؔ کہیں لمحے اپنے شاعر ہووݨ دا تاثر نہ ڈیندا ہا،ہاں البتہ اے ہِی گال اے جو گال گال وچ اردو دے غالبؔ تے سرائیکی دے ملکؔ غلام رسول ڈڈا دی شاعری چس چاچا کے سݨ وینداہا۔ممکن ہے قیوم عاملؔ دی اے عادت انہیں دی عاجزی ہوے لیکن میڈا خیال اے ہے جو سرائیکی شعروادب دی کلاسیکل روایت دے عہد دے مرݨ دا ہک بوجھ ہا جیڑہا قیوم عاملؔ نے چاتا ہویا ہا۔مشاعریں، مجلسیں وچ شاعری پڑھݨ توں گُریز وی ایں سوچ دی کڑی ہئی۔اور میں سمجھداں جو اے قیوم عاملؔ دی غلطی ہئی۔اردو دا ہک شعر ہے جو!

؎ جس دَور میں جینا مشکل ہو　　　اس دَور میں جینا لازم ہے

لیکن قیوم عاملؔ برمانی جیوݨ دی ایں جوگ توں چُنڈ یتا رہ گئے۔حالانکہ کلاسیکل سرائیکی شاعری دی روشن روایت کوں زندہ رکھݨ، اوندے فروغ دی کوشش کرݨ ،انہیں دا فرض ہا۔جیڑھا اہیں ادا نئیں کیتا۔یقیناً ہݨ او وقت قیوم عاملؔ توں ایں گال دا بدلا گھندا پیا ہوسی۔شاید اوتیئں گھنسی جے تائیں کلاسیکل شاعری ،اوندا فروغ ،معنویت اور مقصدیت دا معیار ہک وار ولا جیندا نئیں تھیندا۔قیوم عاملؔ برمانی دی شاعری اگرچہ عشق ومحبت ،محبوب ومعشوق اور اوندے عشوے غمزے ،نازنخرے ،بے پرواہی اور بے وفائی تے مبنی ہے۔اور اوندے علاوہ ریاستی فکر اور سوچ دے دائرے توں مکمل طور تے بہر وی نہیں نکل سگی لیکن اے وی ہے جو قیوم عاملؔ برمانی نے اپݨے طبقے دے ڈکھیں دردیں یا مسائل توں وی اکھ نوٹ نہیں کیتی۔ ''فریادِ عامل'' دا منڈھ وی علامہ اقبال دے شکواہ، جوابِ شکواہ دے خیال اور انداز نال شروع تھیندے۔مگر عاملؔ دی فریاد تے جواب، اقبال دے شکواہ جواب شکواہ توں ڈھیر ساری مختلف ہے۔اقبال دے شکواہ وچ صرف مسلمان امت دی مبالغہ آرائی تے مبنی عظمت دا ماتم ہے اور جواب شکواہ وچ مسلم اُمہ دی اپݨی کوتاہی دی ذمہ داری دا خلاصہ۔نظم شکواہ دا ہک شعر جو!

؎ دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

جواب شکواہ

ے تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو؟

ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

اور ہک بیا شعر!

ے ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

راہ دکھلائیں کسے، رہروِ منزل ہی نہیں

ایندے مقابلے اچ قیوم عاملؔ دی ''فریاد'' ڈیکھو!

ساڈ یاں چھپریاں چھتوں پیاں پاڑیاں چودھاروں

اگاڑیاں پچھاڑیاں، اُگھاڑیاں چودھاروں

تے پُر خار خونخوار جھاڑیاں چودھاروں

زمیناں سیلابی تے باڑیاں چودھاروں

چودھاروں جفاجور دی چُھٹّی چھل اے

نہ وچ امن و آمان، ساماں سمل اے

غیریں دے بنگلے تے ماڑیاں چودھاروں

تے ماڑیں دے خوشیں دیاں ناڑیاں چودھاروں

سکوں سَیت سُکھیں دیاں واڑیاں چودھاروں

تے کِھل ہاسے ٹھہکار تاڑیاں چودھاروں

بیا تیڈ یاں وی مَرمَر دیاں ماڑیاں محل ہِن

جیکوں ڈیکھ دنگ تھیندے چیتے عقل ہِن

عاملؔ دی فریاد دا جواب ڈیکھو!

اے دستورِ دنیا، پتّر ڈے بدِل ڈے

بدِل ڈے، پتّر زلزلے دے مثِل ڈے

ایں تفریقِ بے جاہ کوں ہر جاہ کچل ڈے

توں ہر مُردہ عاملؔ دا کر زندہ دل ڈے

ایہو کجھ ڈِساوݨ میڈا فرض بݨدے

مُقدر رِبݨاوݨ تیڈا فرض بݨدے

قیوم عاملؔ نے شاعری دی ہر صنف یعنی نظم، کافی، غزل اور ڈوہڑے وچ جو وی لکھئیے بہوں سُہݨڑاں لکھئیے۔ انہیں دی ہِک نظم جیندے وچ یار ڈو پیغام تے ولا یار دی طرفوں جواب دے بند ڈیکھو!

جِڈاں داوِساری، چوائی بار باری، ہے دلڑی ازاری، ہوں ڈیہنہ دا علیلاں

ہجر میڈے سنگ ءِ، ڈُکھیں نال جنگ ءِ، تے جیڑا وی تنگ ءِ خوار و ذلیلاں

تھیا اینجھا رنگ ءِ، عقل ہوش دَنگ ءِ، تے سئے سئے امنگ ءِ، ہزاراں دلیلاں

ہڈیاں باقی تن اچ، نہ خون ءِ بدن اچ، نہ ہاں میں امن اچ، نہ ہِن سُکھ دیاں ہیلاں

ذرا کجھ کرم کر، پتھر دل نرم کر، چا میں تے رحم کر، آ سُکھڑا اڈِ کھاوݨ

او مہتاب کامل، سڈیندا اپئے عاملؔ، توں ہِک وار آمِل، تے مُکھڑا اڈِ کھاوݨ

جواب ڈیکھو!

دیارِ نازُک تے، پریں کونوں رُک تے، ادب نال جھک تے، تھیاں میں سلامی

وَل آکھیم اوں بے کس، تے لاچار و بے وس، اوں بے واہ بے بس، داھاں میں پیامی

جو مشہورائے عاملؔ، تیکوں اہدے آمِل، مِٹھا مہِ کامل، ڈِے قربت دوامی

'الف' کونوں 'ے' تیں، اُتھاؤں کونوں اے تیں، تے ھا حال جے تیں، سݨائمی تمامی

ذرا دیر کر تے، پلنگ توں اُتر تے، نظر کر قمر تے، ڈِتس اینویں وَلدا

آکھیس، آکھیں ہُوکوں، رہا روندے رُوح کوں، اَوساں چن دی ڈُوکوں، جو اَج پئے نکلدا

قیوم عاملؔ دی ہِک نَئیں فنکاری، شعریں وچ کہیں ہِک حرف دی مترنم وَتڑتڑ کاری ہے۔ جیندے بارے مَیں اپݨی کم علمی دے اعتراف نال اے دعویٰ کریندااں جو کہیں بے شاعر دے کلام وچ ڈیکھݨ کوں نئیں مِلدی۔ انہیں دیاں ڈو بحراں ہِن ''سنگدل سانول'' تے ''بھگیندے رہیو سے''۔ حرف س، ڈ، و، ر، غ، الف، پ، د، ز، ہ، خ، ش، س دی اے مترنم وَتڑتڑ کاری ملاحظہ کرو!

سبھو سُکھ دا سامان تے سیت ساڈی، سدا سوہݨاں سانول سڑیندااں ریہوں توں

ستمگر، ستم توں ستم ڈِے ستایو، سجا سیج سُولاں سمیندا ریہوں توں

ڈُکھی ہاں ڈُکھیں وچ ڈِتونی جو ڈُکھڑے تے ڈُکھڑیں توں ڈُکھڑے ودھیندا ریہوں توں

ڈِیہاں راتیں ڈُکھیں توں ڈُسکیاں بھراں میں، ڈِتونہ ڈِکھالی تے ویندا ریہوں توں

ولا وَل نہ ولیوں، ولیے ویلھے وَل وَل، وَلیے ویلھے جانی ٹلیندا ریہوں توں

نہ تھیا وصل ول وار کہیں وی وصالی، تے واصل وسیلے مٹیندا ریہوں توں

روزانہ رقیبیں دے رہ کول راول، روندے روح کوں ول ول رویندا ریہوں توں

میں مغموم غم اِچ، غضب ہے غفاری، جو غازے غمازی دے لیندا ریہوں توں

اینجھا عشق تیڈے اُجاڑیئے اساکوں، جو آہیں توں آہیں بھریندے ریہو سے

چا بےبس تے برباد برہوں بٹایا، بدن کوں ایں بھا اِچ بُھنیدے ریہو سے

ہے دردیں دی دَڑ دَڑ داد دَڑ گا ردر تے، دہر کوں ڈِے دھاہیں سُنیندے ریہو سے

زماں وزمن اِچ زہیر وز بوں تھی، زخم زیرے ہاں کوں لوَ یندے ریہو سے

ھوا ہوش تھی بگن تے حالت ہلاک ءِ پا، گل ہار ہنجوں ہنڈھیندے ریہو سے

خدا دی خدائی اِچ تھیوں خوار خستہ، تے خلقت دیاں خاراں پچیندے ریہو سے

شرم شان شوکت شرافت شریعت، سبھے شان تیڈی تے لیندے ریہو سے

سبھو سنگ سکاوت سنگت ساتھ ساری تیں سانول دے سانگے سٹیندے ریہو سے

قیوم عاملؔ ڈوہڑہ لکھݨ وچ وی کمال کیتے۔ انہیں دے کلام اچ معکوس ڈوہڑے وی ہن۔ معکوس ڈوہڑے لکھݨ استادانہ مہارت دی نشانی ہے۔ سرائیکی شاعری وچ معکوس ڈوہڑے بہوں گھٹ شعراء نے لکھیئن۔ قیوم عاملؔ دے معکوس ڈوہڑیں دا رنگ ڈیکھو!

توڑے سانول رنج تھی انج تھی گئیں پر یاد تیڈی پل پل ہے پئی

پل پل دل کوں جھل جھل ھٹیاں بھل چاہ اُووین وَل وَل ہے پئی

وَل وَل آہیں ول ول ڈُسکیاں، رت نیر اکھیں چھل چھل ہے پئی

چھل چھل ہے پر لب تے عاملؔ تیڈی تسبیح وِی بھل بھل ہے پئی

آ ڈیکھ پنل پئی جلدی ہاں، تیڈے ہجر دے بَل وچ بَل بَل تے

بَل بَل، جل جل، سڑ سُوا تھئی ہاں ہک ہک دے طعنے جھل جھل تے

جھل جھل ہتھ شل ہن دعا منگدی اینویں کھڑ کھڑ ونج ونج ول ول تے

ول ول آ عاملؔ تھک پئی ھاں تیڈیاں رَاول رَاہیں مل مل تے

آخروچ ڈ ویئے ڈ وہڑے تے سلام!

میں پیار کیتے تیئں سنگدل سنگ، پر سوہناں سختی وَنجی ہم

سٹ سیت سکون تے سُکھڑے سارے بھج بدبختی وَنجی ہم

کیا ڈ وہ ڈ یواں تیں ڈ اڈھے تے، ایہا آپ کم بختی وَنجی ہم

پر عاملؔ ہے ارمان ایہو، سختی بےوختی وَنجی ہم

آ، یارکوں سٹ آ، جھوکاں پٹ آ، پیت کوں پالوں، ول آ

گانوݨ گانووں، جشن منانووں، غیرکوں جالوں، وَل آ

گیڈ گزاروں، مونجھاں ماروں، ڈُکھڑے ٹالوں، وَل آ

عاملؔ بَر اِچ، اُجڑ یئے گھر اِچ، ڈ یوے بالوں، وَل آ

عاملؔ جامپوری دی شاعری دا مختصر جائزہ

تحریر! طارق اسماعیل احمدانڑی

اے ڳالھ تے ڳنڑی منجھی ہے جو قیوم عاملؔ دی شاعری روایت دی امین اے، ایندے وچ کوئی ڈو رائے کینی۔ انیں دی شاعری درگھیاں داگھیاں نظماں، کافیاں، غزلاں، ڈوہڑئیں اتے بحراں نال عبارت ہے۔ بحراں کوں او آپ واراں آہدے۔ وار تاں شہر آشوب ہوندی اے، یا ول کئیں تاریخی واقعے کو پدھرا کریندی ڈسدی ہے۔ خیر! اے ہک وکھرا موضوع اے۔ فنی حوالے نال ڈٹھا ونجے تاں انہیں دی شاعری وچ جیرھیاں بحراں ورتیاں گیئن۔ رواں بحراں ہن جیرھیاں کڈاہیں مثنوئیں وچ ورتیاں ویندیاں ہن۔ رواں بحراں نغمگی وچ امیر ہوندن تھوں انہیں دی شاعری وچ غنایت دا رنگ اتم ہے۔ اتے لفظیں دا ورتاواہ انتہائی سلیقے نال کیتا گئے۔ جیرھا انہیں دے فنی ادراک کوں بہوں معتبر کریندے۔

نظم ''بہار'' دا ہک شعر نمونے کیتے بہوں کجھ ڈسیندے۔

ہے مست موسم تے ٹھڈیاں ہیلاں، ملہار مینگھاں، پھُنگار کنڑیاں
چوپھیرا اے ساول، نسر دی پونبل، پُھٹیاں ڳٹاراں تے لاماں لڑیاں

سوال اتھاں بنڑدے جو انہیں دا کلام موسیقیت کنوں کیوں پُر اے؟ ۔شاعری دی کلاسیکل اتے فوک موسیقی نال گہری دلچسپی تاں ہر کوئی جانڑدے۔ عاملؔ سئیں صرف کن رس ای نئیں او تاں راگ ودیا دے جانڑ وندوی ہن۔ میں ڈھیر ماہر گلوکاریں کوں انہیں دی نیاز مندی وچ ڈٹھے۔

موسیقی، رقص اتے شاعری ہک ڈوجھے نال ڳنڈھے کھڑن۔ انہں عناصر کوں انج نئیں کیتا ونج سگدا۔ جیرھا شاعر راگ ودیا نال جانکاری رکھدے اوندی شاعری ماتریائی نظام تے کھڑی ہوندی اے۔ ایہا وجہ ہے جو اوندی شاعری موسیقیت نال جڑی کھڑی ہوندی اے تے بے وزن ہووَنڑ دا شائبہ تک نئیں ہوندا۔

سینگیاں سرتیاں، بنڑ تے ٹولیاں، تے کرتے سولہ سنگار آوِن
ہمیل ماھاں، تے بولے بینے، بیا چوڑے چُنیاں ٹھہاڈ کھاوِن
تلنگ، بھیرو، تے جوگ، ایمن، پیاں شام کرِن، ملہار گاوِن
قدم دے داکے، نظر دے ٹھُکے، مثال تن تال، گُرٹھہاوِن

فکر دے حوالے نال ڈٹھا ونجے تاں انہیں پہلوں اپنی دھرتی دی مٹی کوں سو بھ ڈتے جیندیاں مثالاں انہیں دیاں نظماں 14 اگست'' تے ہین۔ شاعری دی پرکھ پرچول کرنڑ آلے سیانڑے آہدِن جو زندگی دے جھیڑے جھگڑے ہمیش ہوندِن۔ جینکوں داخلیت تے معروضیت اتے حقیقت پسندی تے تصور پسندی دے نظریات دی بھڑ اندا آکھیا گئے۔ اتے ہر شاعر دی اپنڑے ویلھے پاروں اپنڑی اپنڑی

داخلیت تے معروض ہوندے۔ جیندے اثر ہیٹھ شاعری تخلیق تھیندی ہے۔ ایہو معروض اندروں ونج تے وجودیت دا روپ وٹا گھندے۔ تہوں ڈکھ درد تے سدھراں شاعری بݨ تے باہر نکلدن۔ عامل سئیں وی شاعری وچ وجودیت قنوطیت دا روپ بݨا گھدے۔ اینویں یقیناً معروضی حالات دے تحت ای تھیندے۔ جیندا اظہار انہیں دی شاعری وچ جاہ جاہ تے ملدے۔ انہیں دیاں نظماں ''عیددا ڈینہہ'' دلڑی، جٹی، اتے عشق دا جنون، بھرویاں مثالاں ہِن۔ نمونے کیتے نظم ''عشق دا بحر'' دا ہک مصرعہ کافی ڈسدے۔

؎ ایہا بیڑی آس امیدوالی، ڈیکھیں ادھ وچ تھیسیا گار ہک ڈینہہ

مگر میں سمجھداں جو عامل سئیں کوں انہیں دی موسیقی دی جاݨ وندی ایں قنوطیت کنوں مکت کریندی اے۔